ADVANCE SOCIAL SCIENCE ARCHIVE JOURNAL
Available Online: https://assajournal.com
Vol. 5 No. 01 Jan-Mar 2026.Page#.2526-2535
Print ISSN: 3006-2497 Online ISSN: 3006-2500
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Natural Disasters and Environmental Challenges: Lessons from the Prophetic Era for Contemporary Guidance

قدرتی آفات اور ماحولیاتی تحدیات: عہدِ نبوی کے نمایاں واقعات اور عصرِ حاضر کے لیے رہنما اصول

Dr. Amjad Hayat
Assistant Professor, Department of Islamic Thought & Culture,
National University of Modern Languages, Islamabad
ahayat@numl.edu.pk
Dr. Muhammad Saeed
Lecturer, Department of Islamic Studies, HITEC University, Taxila
muhammad.saeed@hitecuni.edu.pk

Abstract
Environmental issues have emerged as one of the most critical and sensitive challenges of the contemporary era. Floods, earthquakes, droughts, epidemics, and climate variations are increasingly threatening human survival. In this context, Pakistan is among the countries most severely affected by climate change and natural disasters. In recent decades, devastating rains and floods, prolonged droughts, famine, heat waves, melting glaciers, and declining agricultural productivity have inflicted deep shocks on the national economy, human lives, and the social fabric. The paper seeks to explore the following central question: What were the major environmental events during the Prophetic era, and what lessons and guiding principles can be drawn from them that may serve as a framework for preventing and mitigating the present-day environmental crisis? During the Prophetic era, various environmental calamities also occurred, and the Holy Prophet (PBUH) not only provided spiritual and religious guidance on such occasions but also taught humanity practical ways of living in harmony with nature and the natural order. In response to events such as solar and lunar eclipses, famine, epidemics, rain, and floods, the Prophet (PBUH) emphasized prayer, repentance, turning to Allah, cooperation, moderation in the use of resources, and respect for nature. In the context of the present environmental crisis (climate change), these teachings become even more relevant. This paper highlights that Prophetic teachings are not only a source of guidance for the past but also provide a sustainable foundation for addressing contemporary global environmental challenges. Particularly for environmentally vulnerable countries like Pakistan, the lessons derived from the Seerah of the Prophet (PBUH) can play a pivotal role. They can help raise public awareness, guide policy-making, and contribute to the pursuit of environmental justice and the goals of sustainable development.

Keywords: *Natural disasters, Environment, Principles, Prophetic Era, Events, Lessons, Guidance.*

مقدمہ

ماحولیات عصرِ حاضر کا سب سے اہم اور نازک مسئلہ ہے۔ سیلاب، زلزلے، قحط، وبائیں اور موسمیاتی تغیرات انسانی بقا کے لیے خطرہ بنتے جا رہے ہیں۔اس حوالے سے اگر دیکھا جائے تو پاکستان آج دنیا کے ان ممالک میں شامل ہے جو ماحولیاتی تبدیلیوں (Climate Change) اور قدرتی آفات سے سب سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ حالیہ دہائیوں میں شدید بارشوں اور تباہ کن سیلابوں، خشک سالی، قحط، گرمی کی

شدید لہروں، گلیشیئر پگھلنے اور زرعی پیداوار میں کمی جیسے مسائل نے ملکی معیشت، انسانی زندگی اور سماجی ڈھانچے کو گہری ضرب لگائی ہے۔عہدِ رسالت میں بھی مختلف ماحولیاتی آفات پیش آئیں جن پر نبی اکرم ﷺ نے نہ صرف دینی و روحانی رہنمائی عطا فرمائی بلکہ انسان کو ماحول اور قدرتی نظام کے ساتھ ہم آہنگ زندگی گزارنے کا عملی طریقہ بھی سکھایا۔کسوف و خسوف، قحط و وبا، بارش و سیلاب جیسے واقعات میں آپ ﷺ نے دعا، استغفار، رجوع الی اللہ، اجتماعی تعاون، وسائل میں اعتدال اور فطرت کے احترام کا درس دیا۔ عصر حاضر کے ماحولیاتی بحران (Climate Change) کے تناظر میں ان تعلیمات کی معنویت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔ یہ مقالہ اس امر کو اجاگر کرتا ہے کہ نبوی تعلیمات نہ صرف ماضی کے لیے رہنما ہیں بلکہ موجودہ عالمی ماحولیاتی بحران کے تدارک کے ساتھ ساتھ پاکستان جیسے ماحولیاتی طور پر نازک ملک کے لیے یہ تعلیمات اور سیرت طیبہ سے ماخوذ اسباق ودروس ایک پائیدار بنیاد فراہم کرتے ہیں۔کیونکہ ان کی روشنی میں نہ صرف عوامی شعور بیدار کیا جا سکتا ہے بلکہ پالیسی سازی، ماحولیاتی انصاف اور پائیدار ترقی (Sustainable Development)کے اہداف بھی زیادہ مؤثر انداز میں حاصل کیے جا سکتے ہیں۔

عہدِ نبوی میں ماحولیاتی آفات کے نمایاں واقعات کس نوعیت کے تھے اور ان سے ماخوذ اسباق و دروس اور بنیادی اصول کون سے ہیں کہ جن کے تناظر میں عصر حاضر میں ماحولیاتی بحران سے بچاؤ اور تدارک کی صورت اختیار کی جاسکتی ہے اس مقالہ میں انہی سوالات کے جوابات تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

کلیدی الفاظ: قدرتی آفات، ماحولیات،اصول،عہد نبوی،واقعات،اسباق ودروس، تدارک

مقالہ کے مندرجات:

مذکورہ مقالہ مقدمہ اور چار مباحث پر مشتمل ہے:

مبحث اول : قرآنی اصطلاح سیل العرم اور کلاوڈ برسٹ میں ربط

مبحث دوم :قدرتی آفات کاضابطہ اور اسوہ نبوی

مبحث سوم :عہد رسالت میں قدرتی آفات سے متعلق نمایاں واقعات اوراسباق ودروس

مبحث چہارم :قدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

مبحث اول : قرآنی اصطلاح سیل العرم اور کلاوڈ برسٹ میں ربط

چند مہینوں سے ایک لفظ)کلاوڈبرسٹ (بار بار سننے کو مل رہاہے کہ فلاں شہر میں کلاوڈبرسٹ سے آنافاناتباہی مچ گئی، آخر یہ (کلاوڈبرسٹ)، اچانک پانی کا سیلاب اُمڈ آناہے کیا؟اس کی سائنسی وجوہات کچھ بھی ہوسکتی ہیں، لیکن بحیثیت مسلمان ہمیں قرآن مجید سے راہنمائی لینی چاہیے، قرآن کریم ہمارے لیے رشد وہدایت کا سرچشمہ ہے، قرآن مجید کی سورۃ سبا کی آیات 15, 16, 17 کامطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہ کلاوڈبرسٹ کوئی نئی چیز نہیں؛ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پکڑ کی ایک جھلک ہے، جس نے قوم سبا کے بڑے بڑے بند اور پشتے توڑ ڈالے تھے جو انہوں نے بطور ڈیم کے بڑے بڑے پتھروں سے تعمیر کیے تھے،اس کلاوڈبرسٹ کو اللہ تعالیٰ (سیل العرم) کا نام دیاہے،یعنی بند توڑنے والا سیلاب۔

قول اللہ تعالیٰ: "فَأَعْرَضُوا فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ سَيْلَ الْعَرِمِ وَبَدَّلْنَاهُم بِجَنَّتَيْهِمْ جَنَّتَيْنِ ذَوَاتَيْ أُكُلٍ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ"-[1]

ترجمہ:"پھر انھوں نے منہ موڑ لیا تو ہم نے ان پر بند کا سیلاب بھیجا اور ہم نے انھیں ان کے دو باغوں کے بدلے دو اور باغ دیے جو بدمزہ پھلوں اور جھاؤ کے درختوں اور کچھ تھوڑی سی بیریوں والے تھے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے کلاوڈبرسٹ کے ذریعے قوم سبا کی خوشحالی کو آنافانا بدحالی میں بدل دیا۔

اس لیے آج کل جن حالات کا ہمیں سامنا ہے کہیں ایسا نہ کہ ہم نے اپنے رب کریم کو ناراض کر لیا ہو، اور اللہ تعالی ہمیں بار بار جھنجوڑ رہا ہو کہ رجوع اِلی اللہ کر لو توبہ تائب ہو جاؤ،

آج ہمیں ضرورت ہے کہ ہم اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعاؤں کو نہ صرف یاد کریں بلکہ اپنی زندگی کا حصّہ بنالیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ تھی کہ جب تیز آندھی اور بادلوں کی گھٹائیں دیکھتے تو پریشان ہو جاتے، امی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنھا کے پوچھنے پر فرمایا کہ مجھے ڈر لگتا کہ کہیں پچھلی قوموں کی طرح یہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ نہ ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے » : "اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا، وَخَيْرَ مَا فِيهَا، وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا، وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ"۔[2]

مبحث دوم: قدرتی آفات کا ضابطہ اور اسوہ نبوی

محترم ڈاکٹر جسٹس (ر) جاوید اقبال صاحب نے ایک اخباری انٹرویو میں فرمایا ہے کہ پاکستان کے شمالی حصوں میں آنے والے زلزلے کے بارے میں یہ نہ کہا جائے کہ یہ لوگوں کی بداعمالیوں کے نتیجے میں آیا ہے، اس لیے کہ جو لوگ اس زلزلے کا سب سے زیادہ نشانہ بنے ہیں ان کی اکثریت دیندار لوگوں کی ہے، اور ان میں ایسے جرائم موجود نہیں تھے جو اس قسم کے آسمانی عذاب کا باعث بنتے ہیں۔

ظاہری اور معروضی صورتحال کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کا یہ اشارہ بالکل درست ہے، اس لیے کہ آزاد کشمیر اور ہزارہ وغیرہ کے جن علاقوں میں اس خوفناک زلزلے نے تباہی پھیلائی ہے اور ہزاروں افراد جاں بحق ہونے کے علاوہ لاکھوں حضرات اس سے متاثر ہوئے ہیں، ان علاقوں کے مسلمان فی الواقع دیندار اور اسلامیت میں بہت سے دیگر علاقوں سے ممتاز ہیں۔ اور بظاہر ان علاقوں میں ایسے جرائم کا ظہور وغلبہ نظر نہیں آتا جو خدائی عذاب کو دعوت دیتے ہوں۔ مگر قصہ یہ ہے کہ آسمانی عذاب کے فیصلے افراد یا طبقات کے گناہوں پر نہیں بلکہ قوموں کی اجتماعی صورتحال پر ہوا کرتے ہیں، اور جب کسی قوم کے اجتماعی گناہوں اور بغاوت کے نتیجے میں خدائی عذاب آتا ہے تو پھر نیک وبد کی تمیز نہیں رہ جاتی اور سب کو اس سزا کا نشانہ بننا پڑتا ہے۔ قرآن کریم نے ماضی میں قدرتی آفات کے ذریعے قوموں کو سزا دینے کے جن واقعات کا تذکرہ کیا ہے ان پر ایک نظر ڈال لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ

1. ایک تو قرآن کریم نے سیلاب، طوفان، زلزلہ، شکلوں کے مسخ ہونے، اور اس قسم کی جن قدرتی آفات کا ذکر کیا ہے، انہیں کسی نہ کسی قوم کی اجتماعی غلط کاریوں سے منسوب کیا ہے اور قوموں کی اجتماعی بغاوت کو ان کا سبب بتایا ہے۔
2. دوسرا یہ کہ ایک آدھ استثنا کے ساتھ قرآن کریم میں جہاں بھی قدرتی آفات کو بطور سزا بیان کیا گیا ہے اس کا باعث افراد کی بجائے قوموں کے جرائم کو قرار دیا ہے۔

ہم اگر افراد یا طبقات کے محدود تناظر سے بلند ہو کر پوری زمین پر بسنے والی نسلِ انسانی کے اجتماعی تناظر پر نظر ڈالیں تو تھوڑے سے وقفے میں زمین کے تین مختلف حصوں میں سونامی، قطرینا، ریٹا اور زلزلہ کے نام پر سامنے آنے والی تباہ کاریوں کا تسلسل اس امر کی غمازی کرتا ہے۔ اور اگر قرآن کریم کے اسلوب کے مطابق ان تباہ کاریوں کو خدائی عذاب کی ایک شکل تصور کیا جائے تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ قدرتِ الٰہی نسلِ انسانی کے مجموعی ماحول کے حوالے سے غصے اور غضب کا اظہار کر رہی ہے۔ اور اس کی وجہ سمجھنا بھی مشکل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے نسلِ انسانی کو جو احکام وہدایات بھیجی ہیں، اور جو آج بھی قرآن کریم اور بائبل کی صورت میں موجود ہیں، ان پر پوری نسلِ انسانی میں کہیں بھی عمل نہیں ہو رہا، اور کم و بیش تمام اقوامِ انسانی آسمانی تعلیمات سے دستبرداری کا اعلان کر کے اپنی عقل اور خواہشات کی پیروی میں مصروف ہیں۔ حتیٰ کہ مسلم اقوام وممالک، جو عقیدے اور فکر کی حد تک اب بھی آسمانی تعلیمات یعنی قرآن وسنت کے ساتھ وابستگی کا اظہار کرتے ہیں، اطاعت، عمل اور نفاذ کی دنیا میں وہ بھی ان

سے دستبرداری کی راہ پر گامزن ہیں۔ اس لیے اگر اس معاملے کو اس پہلو سے دیکھا جائے تو صورتحال کو سمجھنا مشکل نہیں ہے کہ نسلِ انسانی نے اجتماعی طور پر آسمانی تعلیمات اور احکامِ خداوندی سے دستبرداری کا اعلان کر دیا ہے، اور قدرتِ الٰہی اس پر پوری نسلِ انسانی کے خلاف غیظ و غضب کا اظہار کر رہی ہے۔

اللہ تعالیٰ جب اقوام کو سزا دینے کا فیصلہ کرتے ہیں تو پھر اس کی زد میں صرف بغاوت کرنے والے ہی نہیں آتے بلکہ دوسرے لوگ بھی اس کا نشانہ بنتے ہیں۔ اور اس سلسلہ میں قانونِ خداوندی کی تشریح جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف ارشادات میں خود فرمائی ہے، جن میں سے اس وقت دو روایات کا تذکرہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔

- ایک روایت سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جناب نبی کریمؐ نے فرمایا کہ جس قوم میں نافرمانی کے اعمال عام ہو جائیں، اور دوسرے لوگ اس بات پر قدرت رکھتے ہوں کہ وہ نافرمانی کے اعمال کو روک سکیں اور وہ اس کے لیے متحرک نہ ہوں، تو اللہ تعالیٰ سب پر عذاب نازل کر دیتا ہے۔[3]
- "ایک اور روایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی نقل کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب لوگ کسی ظالم کو ظلم کرتا دیکھیں، اور وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روک سکتے ہوں لیکن روکنے کی کوشش نہ کریں، تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا سب کو دیتا ہے"۔[4]

یہ سوال کہ جو لوگ خود گناہ، نافرمانی اور بغاوت میں شریک نہیں ہیں، وہ آخر سزا میں کیوں شریک ہوں گے؟ اس وقت بھی ذہنوں میں آیا تھا جب جناب نبی کریمؐ نے اس قانونِ خداوندی کی مذکورہ بالا وضاحت فرمائی تھی۔

- ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے جناب نبی کریمؐ سے یہ پوچھ لیا تھا کہ کیا نیک لوگ بھی اس عذاب کا شکار ہوں گے؟ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں اس دنیا کے عذاب میں وہ بھی دوسروں کے ساتھ شریک ہوں گے، البتہ آخرت میں سب لوگ اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔[5]

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو سامنے رکھا جائے تو اقوام کے لیے دنیا اور آخرت میں سزا و عذاب کے ضابطے الگ الگ دکھائی دیتے ہیں۔ کسی فرد کی ذاتی نیک، ایمان اور کردار آخرت میں اس کی نجات کا باعث بنے گا اور وہاں یہ چیزیں اس کے کام آئیں گی، لیکن دنیا میں کسی قوم پر خدا کے عذاب سے بچنے کے لیے ذاتی نیکی اور ایمان کافی نہیں ہے، بلکہ اس کے ساتھ سوسائٹی کو نافرمانی اور گناہ و بغاوت کے ماحول سے نکالنے کے لیے محنت کرنا بھی ضروری ہے۔ کوئی شخص خود ذاتی طور پر نیک ہے لیکن سوسائٹی میں بغاوت و عصیان کے خلاف جدوجہد میں شریک نہیں ہے تو دنیاوی عذاب میں وہ بھی شریک ہوگا۔ پھر اس معاملے میں فیصلہ چند افراد پر نہیں بلکہ عمومی ماحول اور اجتماعی صورتحال کی بنیاد پر ہوتا ہے۔

- اور اس کا ذکر بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس روایت میں موجود ہے کہ جناب نبی کریمؐ کے ارشاد کے مطابق دنیا میں کسی قوم پر اجتماعی سزا کے لیے چند افراد کا گناہ اور بغاوت کے ماحول کے خلاف متحرک ہونا کافی نہیں ہے، بلکہ غلبہ اور کثرت کی بنیاد پر قدرتِ خداوندی سزا کے لیے حرکت میں آتی ہے۔

اس پس منظر میں ہمیں افراد اور طبقات کی نیکی یا گناہ کے دائرے میں سوچنے کی بجائے قومی اور عالمی سطح پر مجموعی صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اس المیہ کے اسباب کا جائزہ لینا چاہیے، اور نسلِ انسانی بالخصوص مسلم امہ اور پاکستانی قوم کو ان سے آگاہ کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ ہمیں قدرتی آفات کے ظاہری اسباب سے انکار نہیں ہے، اسباب کے درجے میں یقیناً وہی ان آفات کا باعث بنتے ہیں، اور ہمیں اسباب کی دنیا میں احتیاط اور تحفظ کے تمام ذریعے اختیار کرنے چاہئیں۔ لیکن یہ حقیقت بھی ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیے کہ اسباب کے پیچھے بھی ایک قوت ہے جو یہ اسباب پیدا کرتی ہے، ان سے کام لیتی ہے، انہیں کبھی کبھی بیکار بھی کر دیتی ہے، اور انہیں ہر لحاظ سے اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے۔ اس قوت کی منشا اور رضا و ناراضگی سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو کر ہم ایک قدم بھی نہیں چل سکتے۔ وہ قوت خالقِ کائنات کی ذاتِ گرامی ہے، جس نے قوموں کے ساتھ اپنی ناراضگی یا خوشنودی کے باطنی اسباب کا قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کی سزا اور عذاب کے حوالے سے تفصیل کے ساتھ ذکر کر دیا ہے۔ اس ذکر کا مقصد صرف داستان گوئی نہیں بلکہ ہمیں اس بات کا سبق دینا ہے کہ ہم ان اسباب اور حرکات سے گریز کریں جو قوموں کے لیے اس دنیا میں خدا کی ناراضگی اور اس کی طرف سے سزا اور عذاب کا باعث بنتی ہیں۔

اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ قدرتی آفات قدرت کی طرف سے سزا اور عذاب ہی کی صورت ہیں جو نسلِ انسانی کو آسمانی تعلیمات سے دستبرداری، اور ہمیں یعنی پاکستانی قوم کو قرآن و سنت کے احکام و نظام سے روگردانی پر تنبیہ کرنے اور ہمارا رخ صحیح کرنے کے لیے سامنے آئی ہیں۔ گویا نسلِ انسانی کی مجموعی بغاوت کی سزا اس کے ایک حصے کو ملی ہے، اور پاکستانی قوم کی مجموعی بدعہدیوں کی سزا اس کے ایک حصے کو بھگتنا پڑی ہے۔ اگر ہم نسلِ انسانی اور پاکستانی قوم کو ایک وجود اور جسم کی شکل میں تصور کریں تو یہ بات سمجھنا مشکل بھی نہیں ہے کہ جسم کا صرف ایک حصہ) مثلاً زبان (جرم کرتا ہے لیکن سزا باقی جسم کو بھگتنا پڑتی ہے، جبکہ جرم کرنے والا عضو اکثر اوقات خود اس سزا سے بچ جایا کرتا ہے۔

- ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آسمان پر بادل اور آندھی کے آثار دکھائی دیتے تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو جایا کرتا تھا اور آپؐ بے چینی سے اِدھر اُدھر ٹہلنے لگتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن پوچھ لیا کہ یارسول اللہؐ! باقی لوگ بادل اور آندھی کے آثار دیکھ کر خوش ہوتے ہیں کہ اس سے موسم خوشگوار ہو گا، مگر آپؐ کے چہرے پر اضطراب اور بے چینی ڈیرہ جما لیتی ہے، اس کی وجہ کیا ہے؟ نبی کریمؐ نے فرمایا، پہلی بعض قوموں پر خدا کا عذاب بادل اور آندھی کے جلو میں ہی آیا تھا، اس لیے بادل اور آندھی دیکھتے ہی مجھے ڈر محسوس ہونے لگتا ہے، اور جب تک بادل برس نہ جائے اور آندھی گزر نہ جائے میری بے چینی دور نہیں ہوتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایسے موقع پر جناب نبی کریمؐ کی زبان مبارک پر استغفار کی کثرت ہو جایا کرتی تھی۔[6]

آج جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی احساس اور سنت کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ان قدرتی آفات کو قدرت کی ناراضگی کی علامت سمجھیں، اور ہم سب کی زبانوں پر استغفار جاری ہو جائے، تو جناب نبی کریمؐ کی سنتِ مبارکہ بھی زندہ ہو گی اور قدرتِ الٰہی کا غصہ بھی کم ہو گا۔ پھر کیا یہ ضروری نہیں ہے کہ ہم اپنی مشکلات اور مصائب کے ظاہری اسباب کے تعین اور ان کے سدباب کی ضروری تدابیر کے ساتھ ساتھ ان اسباب کو وجود میں لانے اور ان پر اصل کنٹرول رکھنے والی ذات کی خوشنودی اور ناراضگی کا لحاظ رکھنے کا بھی اہتمام کریں؟

مبحث سوم: عہد رسالت میں قدرتی آفات سے متعلق نمایاں واقعات اور اسباق و دروس

"عہد رسالت میں عصر حاضر کی طرح قدرتی آفات سے متعلق کوئی واضح واقعات تو نہیں پائے جاتے لیکن کچھ ایسے واقعات ضرور پائے جاتے ہیں جن میں ہمیں اشارات ملتے ہیں جن کی روشنی میں ہم اس طرح کے واقعات کے پیش آنے کی صورت میں ایک مذہبی نقطہ نگاہ یا سیرت طیبہ کی روشنی میں کیا

کرنا چاہیئے اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس حوالے سے کیا رہنما اصول بیان فرمائے ہیں کہ جن کو اپنا کر ہم اپنے رب کریم کو راضی کر سکیں اور ان آفات کے مزید نقصانات سے بچ سکیں اوں اپنے نفس کا محاسبہ کر سکیں"۔

ذیل میں وہ واقعات اور ان میں چھپے اسباق دروس بیان کیئے جائیں گے۔

1۔ قحط سالی اور خشک سالی

"مدینہ میں ایک مرتبہ بارش نہ ہونے سے لوگ قحط کا شکار ہوئے۔ چنانچہ ایک بدوی شخص آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مویشی ہلاک ہو گئے اور بچے بھوک سے بلک رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی، فوراً بادل چھا گئے اور بارش نازل ہوئی"۔[7]

2۔ زیادہ بارش اور سیلاب

مدینہ میں بارش اتنی زیادہ ہوئی کہ گھروں کو نقصان پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی": اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا" اے اللہ! ہمارے ارد گرد بارش ہو، ہم پر براہِ راست نہ ہو۔ دعا کے بعد بادل مدینہ سے ہٹ گئے اور ارد گرد کے علاقے میں برسنے لگے۔[8]

3۔ زمین کا ہلنا، زلزلے کی کیفیت

روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں مدینہ کی زمین لرزی۔ آپ ﷺ نے فرمایا": إِنَّ اللّٰهَ يَسْتَعْتِبُكُمْ فَارْضَوْهُ" یعنی اللہ تم سے رجوع چاہتا ہے، لہٰذا تم بھی رجوع کرو۔[9]

4۔ وبائیں اور امراض

نبی ﷺ نے فرمایا": إِذَا سَمِعْتُمْ بِالطَّاعُونِ بِأَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوهَا، وَإِذَا وَقَعَ بِأَرْضٍ وَأَنْتُمْ فِيهَا فَلَا تَخْرُجُوا مِنْهَا"۔ ترجمہ:" جب کسی زمین میں طاعون پھیل جائے تو وہاں مت جاؤ، اور اگر تم وہاں ہو تو وہاں سے مت نکلو"۔[10]

5۔ تیز ہوائیں اور طوفان

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: جب کبھی تیز آندھی یا طوفان آتا تو نبی ﷺ کی کیفیت بدل جاتی۔ آپ ﷺ بار بار دعا کرتے": اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ خَيْرَهَا وَخَيْرَ مَا فِيهَا وَخَيْرَ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ، وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيهَا وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ"۔ ترجمہ:" اے اللہ! میں اس کے خیر کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔[11] اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عہد نبوی ﷺ میں قحط، بارش کی کمی یا زیادتی، زمین کا ہلنا، وبائیں اور آندھیاں — سب قسم کی قدرتی آفات پیش آئیں، اور آپ ﷺ نے ان سب میں دعاؤں، توکل، اور تدابیر کے ذریعے امت کو رہنمائی دی۔

مذکورہ واقعات سے مستنبط اسباق و دروس

1۔ اللہ پر توکل اور دعا کی اہمیت

آفات و مصائب کے وقت نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے دعا، استغفار اور رجوع الی اللہ کی طرف رہنمائی فرمائی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مشکل حالات میں انسان کی پہلی پناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے میں ہے۔

2۔ انسانی بے بسی اور اللہ کی قدرت کا اعتراف

قحط، بارش یا آندھی انسان کے اختیار سے باہر ہیں۔ یہ واقعات یاد دلاتے ہیں کہ کائنات کا اصل مالک اللہ ہے اور وہی نظامِ قدرت کو چلا رہا ہے۔

3۔ اجتماعی دعا اور اجتماعی رہنمائی

استسقاء (بارش کی دعا) اجتماعی طور پر ادا کی گئی۔ اس سے یہ سبق ملتا ہے کہ مشکلات کا سامنا کرنے کے لیے اجتماعی دعا اور اتحاد ضروری ہے۔

4۔ مصیبت میں صبر اور شکر

زیادہ بارش یا کمی دونوں صورتوں میں نبی ﷺ نے صبر اور شکر کی تعلیم دی۔ گھبراہٹ کے بجائے صبر و شکر کا رویہ اپنانا اصل رہنمائی ہے۔

5۔ قدرتی آفات: عذاب یا آزمائش؟

نبی ﷺ نے واضح فرمایا کہ یہ واقعات بعض اوقات اللہ کی آزمائش ہوتے ہیں تاکہ بندے رجوع کریں۔ لہٰذا آفات کو محض حادثہ سمجھنے کے بجائے اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔

6۔ طبی و سماجی تدابیر کی اہمیت

طاعون کے بارے میں ہدایت دی گئی کہ جہاں مرض ہو وہاں نہ جاؤ، اور اگر وہاں ہو تو باہر نہ نکلو۔ یہ تعلیم وبائی امراض میں احتیاطی تدابیر (quarantine)، (social distancing) اختیار کرنے کی سنت کو واضح کرتی ہے۔

7۔ تخویف اور بیداری کا پہلو

آندھی اور طوفان پر نبی ﷺ کی کیفیت کا بدل جانا اس بات کی علامت ہے کہ یہ واقعات اللہ کی طرف سے تنبیہ اور یاد دہانی ہیں۔ انسان کو غفلت سے نکل کر بیداری اختیار کرنی چاہیے۔

مبحث چہارم: قدرتی آفات اور ہماری ذمہ داریاں سیرت طیبہ کی روشنی میں

اس دارِ فانی میں خوشی غمی، اور نشیب و فراز درپیش رہتے ہی ہیں، کبھی مسرتوں کی فضائیں، کبھی رنج و آلام، مصائب کی جولانیاں، کبھی قدرتی آفات کی صورت میں تنبیہات اور عقاب۔ موحدین کا سنہرا عقیدہ ہے کہ کائنات میں جو کچھ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے، یہ مصائب و مشکلات، آفات و طوفان، ہوا کے جھکڑ اور سیلاب کی تباہ کاریاں، سب قدرتِ خداوندی سے ہیں، لیکن ان آفتوں کے نتیجہ میں ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، جن میں سے کچھ ذمہ داریاں اربابِ اقتدار کی طرف متوجہ ہیں، کچھ خلقِ خدا کے دینی محافظین اہلِ علم کے سامنے کھڑی ہیں اور کچھ عوام الناس کے ذمہ ہیں۔

حکومتی ذمہ داریاں

" آفات دو طرح کی ہیں : بعض ایسی ہیں جن کا حفاظتی تدابیر کے علاوہ کوئی سدِ باب نہیں، جیسے زلزلہ، آندھیاں و دیگر وبائی امراض، اور بعض ایسی ہیں جو ہماری کوتاہی سے وابستہ ہیں، جیسے نکاسیِ آب کے لیے سیوریج سسٹم بنا سکتے ہیں، اضافی پانی کے لیے ڈیم بنا سکتے ہیں، پر عمل پیرا ہو کر آفت میں گرنا، جس کی واضح مثال حالیہ سیلاب کی تباہ کاریاں ہیں، یونیسف) یکم ستمبر ۲۰۲۲ء (و دیگر کی رپورٹ کے مطابق شدید بارشوں، سیلاب اور لینڈ سلائیڈنگ سے ۳ کروڑ ۳۰ لاکھ افراد متاثر ہوئے، جبکہ ۱۱ سو سے زائد لوگ جان دے گئے، ۲۸۷۰۰۰ گھر مکمل جبکہ ۶۶۲۰۰۰ جزوی تباہ ہوئے، ڈیموں کی قلت تقریباً دس ارب ڈالر کے نقصان کا سبب بنی، گو کہ باطنی طور پر دونوں قسم کی آفات اللہ تعالیٰ کی طرف سے سزا اور تنبیہات سے متعلق ہیں۔ آفتوں کی صورت میں تدابیر و اقدامات کرنا حکومتی ذمہ داری ہے"۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف مواقع کی نسبت سے مختلف تدبیریں اور اقدامات کیے ہیں۔ ۱۔ سورج یا چاند گرہن پر نماز کا انعقاد ۲۔ صلاۃ الاستسقاء کے لیے لوگوں کو لے کر نکلنا۔ ۳۔ اور غزوات میں مختلف تدابیر، بطورِ خاص کفار کی چڑھائی پر خندقیں کھودیں، اور بنفسِ نفیس کھدائی میں شریک ہوئے، اور فرماتے ”خدا کی قسم !اگر اللہ کی توفیق نہ ہوتی، تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے، نہ صدقہ دیتے، نہ نماز پڑھتے۔ ۴۔ مضر قبیلے کے مصیبت زدگان، فاقہ کشوں کو دیکھ کر سخت پریشان ہوئے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعاون کی تاکید کی، جب سامان کے دو ڈھیر لگ گئے، تب چہرۂ مبارک خوشی سے چمکنے لگا۔ مواقع کی مناسبت سے، ان تدابیر و اقدامات سے درج ذیل ذمہ داریاں سمجھی جا سکتی ہیں: امر بالمعروف نہی عن المنکر کرنا کیونکہ اس کے ترک کو واضح نزولِ عذاب و آفت کا سبب بتایا ہے۔

حفاظتی اقدام۔

ضروریاتِ زندگی کا انتظام فرائضِ منصبی کو بھرپور ادا کرنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : جب امانتیں ضائع ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو۔ اس سے فرائضِ منصبی کو ادا کرنے کی تاکید، اور نہ کرنے پر نزولِ آفت کی وعید معلوم ہوئی۔

اہل علم کی ذمہ دارایاں

۱: اولین ذمہ داری عقائد کی حفاظت ہے اُمت کو متوجہ کرنا کہ یہ آفات ہماری بداعمالیوں کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطورِ تنبیہ اور سزا کے ہیں۔

۲ : توبہ و استغفار اور رجوع الی اللہ کی ترغیب دینا: مصائب و آفات کے موقع پر سیرت سے رجوع الی اللہ کا درس ملتا ہے، حضرت عبد اللہ بن زید – رضی اللہ عنہ – فرماتے ہیں کہ : نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف نکلے، بارش طلب کی، قبلہ رخ ہوئے، اور اپنی چادر کو پلٹا، اور دو رکعت پڑھیں۔

۳۔ "اسی طرح ایک دیہاتی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دورانِ خطبہ قحط کی شکایت کی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، پورا ہفتہ بارش ہوتی رہی، اگلے جمعہ کو اسی شخص یا دوسرے شخص نے عرض کیا کہ : اموال ہلاک ہوگئے، آمد و رفت بند ہوگئی، دعا کریں، اللہ اسے روک دیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اور بارش تھم گئی"۔

۴: خدمت خلق اور انفاق فی سبیل اللہ اور ترغیبِ خیر خواہی: ماقبل میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مضر قبیلے کے مصیبت زدگان، فاقہ کشوں کو دیکھ کر سخت پریشان ہوئے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تعاون کی تاکید کی، جب سامان کے دو ڈھیر لگ گئے، تب چہرۂ مبارک خوشی سے چمکنے لگا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خدمتِ خلق، لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کرنا، اور خیر خواہی کی ترغیب دینا 'ورثاء انبیاء کی ذمہ داری ہے۔

عوام الناس کی ذمہ داریاں

"معاشرے میں تیسرا طبقہ عوام الناس کا ہے، ایسے حالات میں درج ذیل ذمہ داریاں ان کی طرف متوجہ ہیں"۔

"صبر، توبہ واستغفار اور رجوع الی اللہ جزاء سزاء سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، کیونکہ یہ اعمال کی کمائی ہے"۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب غنیمت کے مال کو لوٹا جانے لگے، امانت کو مالِ غنیمت سمجھا جائے، اور زکاۃ کو تاوان سمجھا جائے، دین کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے تعلیم حاصل کی جائے، خاوند اپنی بیوی کا فرماں بردار ہو جائے، اور بیٹا اپنی ماں کا نافرمان ہو جائے، بیٹا دوست کو قریب کرے، باپ کو دور رکھے، مساجد میں آواز بلند ہونے لگے، قبیلہ کا سردار اُن کا فاسق شخص ہو، قوم کا لیڈر اس کا رذیل ترین شخص ہو، کسی شخص کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جانے لگے، ناچنے والیاں اور گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں، شرابیں پی جانی لگیں، اور امت کے بعد والے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں، تو پھر خدا کے عذاب کا انتظار کرو، جو سرخ آندھی، زلزلوں، زمین میں دھنسائے جانے، شکلوں کے مسخ ہونے، پتھر برسنے، اور ایسی دیگر نشانیوں کی صورت میں اس طرح لگاتار ظاہر ہو گا، جیسے کسی ہار کی ڈوری ٹوٹ جائے اور موتی لگاتار گرنے لگیں۔ اس سے واضح ہے کہ آفت ہمارے اعمال کا سبب ہے، اور اعمالِ بد سے توبہ واستغفار کرنا آفتوں سے بچنے کا سبب ہے۔ سورۂ انفال کی آیت: ۳۳ سے صراحتاً استغفار کو آفت سے بچنے کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ ترکِ سیرت کو نزولِ عذاب کا سبب قرار دیا ہے۔[12]

سیرت النبی ﷺ کو اپنانا

"سورۂ نساء آیت: ۸۰ [13] اور سورۂ طہٰ آیت: ۴۸ [14] بدیہی بات ہے کہ کسی بھی شعبہ میں اس شعبہ سے منسلک کامیاب انسان کے سببِ کامرانی اور اندازِ زندگی کو جان کر کامیابی کے مراحل طے کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، تو کائنات میں سب سے زیادہ سب سے بڑھ کر کامیاب ترین ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جو تمام اوصاف ومحامد کو بدرجہ اتم سمیٹے ہوئے ہیں، دنیا وآخرت کی راہنمائی جن سے متعلق ہے، ان کی طرزِ زندگی کو جان کر اس پر عمل کرنا بدرجہ اتم ضروری ہے، اسی ذاتِ مبارک کو ہمارے لیے آئیڈیل اور نمونہ بنایا گیا ہے، [15] کامیاب ہونے کے لیے بدی سے بچ کر آفات سے محفوظ رہنے کے لیے انہی کا دامن تھامنا ضروری ہے"۔

خدمتِ خلق، ایثار وخیر خواہی، اور انفاق

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمیشہ لوگوں سے خیر خواہی کا معاملہ کیا، ہمیشہ ضرورت مندوں کی نصرت کی، مضر قبیلہ کی مثال سامنے ہے جس کا تذکرہ گزر چکا، اس سے جہاں حکومتی اور اہلِ علم کی ذمہ داری ماخوذ ہے، وہیں عوام کی ذمہ داری بھی ثابت ہے کہ جیسے خیر خواہی سے لبریز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دل کھول کر خرچ کیا، ویسے ہی عوام الناس بھی استطاعت کے مطابق خدمت کریں۔ اسلام کامل ومکمل دین ہے جو کسی شعبہ میں تنہا نہیں چھوڑتا، اسلامی تعلیمات سے آراستہ ہو کر ہر فرد کو اپنی استطاعت اور ذمہ داری کے مطابق خود کو پیش کر کے خدائے وحدہٗ لاشریک کی خوشنودی حاصل کرنی چاہیے"۔

نتائج تحقیق:

مذکورہ مقالہ سے مندرجہ ذیل نتائج واضح ہوئے ہیں:

- قدرتی افات صرف عذاب کی صورت میں ہی نہیں بلکہ آزمائش کی صورت میں بھی ہوتا ہے جس میں انسان کے لیئے اس کے نفس کے محاسبہ اور اصلاح کے لیئے کئی تعلیمات پوشیدہ ہوتی ہیں۔
- عہد رسالت کے قدرتی آفات متعلق واقعات ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ مشکل وقت میں سب سے پہلا سہارا صرف اللہ تعالیٰ ہے، اسی لیے دعا، استغفار اور توکل اختیار کرنا ضروری ہے۔ یہ واقعات انسان کو اس کی بے بسی اور عاجزی کا احساس دلاتے ہیں اور یہ یاد دہانی کرواتے ہیں کہ کائنات کا اصل مالک اللہ تعالیٰ ہے۔

- نبوی تعلیمات سے ہمیں یہ بھی سیکھنے کو ملتا ہے کہ اجتماعی مسائل کا حل اجتماعی دعا اور اتحاد میں ہے، جبکہ صبر اور شکر وہ اوصاف ہیں جو مصیبت کے وقت مومن کو مضبوط بناتے ہیں۔ آفات کو محض حادثہ سمجھنے کے بجائے انہیں آزمائش اور تنبیہ مان کر اپنے اعمال کا محاسبہ کرنا چاہیے۔
- اسی طرح وبائی امراض میں احتیاطی تدابیر اپنانا سنت نبوی ﷺ ہے، جو انسانی جانوں کی حفاظت کرتی ہے۔ بارش اور دیگر وسائل اللہ کی نعمت ہیں لیکن ان کے استعمال میں اعتدال ضروری ہے۔ آخر کار، طوفان اور آفات دراصل اللہ کی طرف سے تنبیہ ہیں کہ انسان غفلت سے نکل کر بیداری اور رجوع الی اللہ اختیار کرے۔

حواشی

---

[1] سباء:۳۴/۱۶

[2] صحیح البخاري ۱/۳۵۳، کتاب الکسوف، باب الصلاۃ في کسوف الشمس، رقم الحدیث :۹۹۳، باب الصلاۃ في کسوف القمر، ۱/۳۶۱، رقم الحدیث:۱۰۱۳،

[3] أیضاً، باب تحویل الرداء في الاِستسقاء، رقم الحدیث :۹۶۶،

[4] أیضاً ۴/۱۵۰۶_۱۵۰۷، باب غزوۃ الخندق، رقم الحدیث :۳۸۷۸،

[5] مسلم باب الحث علی الصدقۃ ولو بشق تمرۃ، ۷/۱۰۴_۱۰۵، رقم الحدیث :۲۳۴۸، دار المعرفۃ،

[6] سنن الترمذي، ۴/۲۱۵، باب ماجاء في الأمر بالمعروف والنهي عن المنکر، رقم الحدیث :۲۱۶۹، دار الحدیث القاهرۃ،

[7] صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، حدیث، 1013، صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، حدیث 897

[8] صحیح بخاری، کتاب الاستسقاء، حدیث 1014، صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، حدیث 897

[9] امام بیہقی، دلائل النبوۃ، ج6، ص 341، ابن کثیر، البدایہ والنہایہ، ج7

[10] صحیح بخاری، کتاب الطب، حدیث 5728

[11] صحیح مسلم، کتاب الاستسقاء، حدیث 899

[12] الأنفال : وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ۔

[13] النساء : مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَا اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا۔

[14] اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى۔

[15] الأحزاب : آیت:۲۱ :لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔